

فکر و نظر --- اسلام آباد جلد: ۴۲ شماره: ۳

ابن الہیثم کی کتاب حل شکوک اقلیدس کا اہم و نادر نسخہ (یکے از کتب خانہ خواجہ محمد پارسا)

☆ ڈاکٹر احمد خان

ابن الہیثم، ابو علی الحسن بن الحسن (۳۸۴ھ-۴۳۲ھ) ایک کثیر التالیف عالم تھا جس نے بیک وقت کئی علوم خاص طور پر ریاضیات، طبیعیات اور الہیات میں قلم اٹھایا ہے۔ ان کی علمی زندگی بے حد بھرپور عملی، علمی اور تجرباتی علوم سے عبارت ہے۔ علم المناظر (Optics) میں ان کی ”کتاب المناظر“ اس میدان میں ایک بنیادی حیثیت کی مالک ہے^(۱)۔

ابن الہیثم کی زندگی کا آغاز اپنے ماحول کے علماء سے مختلف نہ تھا۔ حصول علم کے دوران بغرض تفہیم علوم الاوائل میں کتب کی تلخیص، مغلق مقامات کی تشریح یا ان کتابوں کی مکمل شروح عام تھیں۔ چنانچہ ابن الہیثم نے بھی ارسطو، اقلیدس، جالینوس اور دیگر یونانی علماء کی مختلف کتابوں پر شرحیں اور تنقیدیں لکھیں اور ان میں اضافہ کیا۔ ”کتاب فی حل شکوک کتاب اقلیدس فی الاصول و شرح معانیہ“ ان میں سے ایک ہے۔ اس کے علاوہ ابن الہیثم نے اقلیدس پر ایک اور کتاب بھی لکھی ہے جو ”کتاب فی مصادرات کتاب اقلیدس“ کے عنوان سے معروف ہے۔ اگرچہ اس میدان میں ابن الہیثم کے اور رسائل بھی ہیں^(۲) مگر ہم ذیل میں صرف حل شکوک اقلیدس کے بارے میں مختصراً عرض کریں گے۔

جارج سارٹن نے ابن الہیثم کی شروح کے بارے میں کہا ہے کہ ”اس امر کا امکان موجود ہے کہ اصول اقلیدس کی شرحیں جو ابن الہیثم نے اور الفارابی نے کی تھیں، ان کے عبرانی تراجم موسیٰ بن تیون (Moses bin Tibbon) نے کیے تھے“^(۳)۔

ابن الہیثم کی یہ کتاب شروع ہی سے علماء کے زیر نظر رہی ہے۔ قرون وسطیٰ میں اس کے عبرانی تراجم سے یورپ میں استفادہ کیا گیا۔ اس میں مصنف نے اقلیدس کے اصولوں پر تنقید کرتے ہوئے مختلف ممکنہ اشکال کی طرف اشارہ کیا ہے، بلکہ وہ اشکال لوگوں کو بتاتی بھی ہیں۔

جن کی تعداد ۲۵ کے لگ بھگ ہے^(۳)۔ جب ابن الہیثم بصرہ میں مقیم تھے تب ان کا میلان طبع علوم فلسفہ کی طرف شدت سے مبذول تھا۔ یہ علوم ابن الہیثم کی نظر میں ریاضیات، طبیعیات اور الہیات پر مشتمل تھے^(۵)۔ وہ ہر سال تین کتابیں ضرور نقل کرتے، جو رفق حیات کے قیام کے لیے کافی ہوتی تھیں، ان کے بارے میں بتایا گیا ہے:

كان ينسخ في مدة سنة ثلاثة كتب في ضمن اشتغاله، وهي: اقليدس والمتوسطات
والمجسطي، ويستكملها في مدة السنة، فاذا فرغ من نسخها جاءه من يعطيه فيها مائة
وخمسين ديناراً مصرية، فيجعلها مؤنة لسنته^(۱).

جرمنی کا ایک ادارہ معهد تاريخ العلوم العربية و الإسلامية (Institute for the History
of Arabic Science, Goethe University, Frankfurt, Germany) ایک عرصہ سے
نادر الوجود، اہم اور سائنسی علوم میں مقتدر کتب بصورت تصویر چھاپ رہا ہے۔ تراث عربی کے زندہ
کرنے میں اس ادارہ کی خدمات از حد قابل ستائش ہیں۔ اس ادارے نے کتاب حل شکوک اقلیدس کی
اہمیت کے پیش نظر اور ناپید ہو جانے کے خدشے کے تحت اس کی تصویر ۱۹۸۵ء میں چھاپ دی ہے۔

اس کتاب کو چھاپتے وقت اس کے ایڈیٹر حضرات ماتیاس شرام (Matthias Schramm)
اور ڈاکٹر نواد سزگین نے اپنے مختصر مقدمے میں اس کتاب کے درج ذیل نسخوں کا ذکر کیا ہے^(۲)،
جن کا ایڈیٹر حضرات کو علم ہوا ہے یا قابل ذکر خیال کیے گئے ہیں، جبکہ ان میں سے دو نسخوں سے
استفادہ کیا گیا ہے:

(۱) کتب خانہ خراجی اؤغلی، بروسہ (ترکی)۔ نمبر ۱۱۷۲ پر یہ نسخہ موجود ہے جو ورق ۸۳ سے ۲۲۶ تک
ہے۔ یعنی ابتداء سے ناقص ہے۔ یہ نسخہ سن ۴۷۷ھ کا لکھا ہوا بتایا گیا ہے۔

(ب) کتب خانہ جامعہ استنبول میں نمبر ۸۰۰ پر ایک نسخہ موجود ہے جو ۷۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ ایڈیٹر
حضرات کے قیاس کے مطابق یہ نسخہ چھٹی صدی ہجری کی تحریر دکھائی دیتا ہے۔ اس نسخے میں
اقلیدس کے مقالہ نمبر ۳، ۴ اور مقالہ نمبر ۵ کی ابتدائی دو سطروں کا مواد غیر موجود ہے۔

(ج) کتب خانہ ملی، تہران میں نمبر ۳۴۳۳ پر موجود نسخہ تقریباً ۲۰۰ اوراق پر مشتمل ہے، جو بقول
ایڈیٹر حضرات ۴۷۷ھ کی تحریر ہے اور مکمل نسخہ ہے۔

(د) کتب خانہ جامعہ لائیڈن میں نمبر Or-516 پر موجود نسخے کے بارے میں ایڈیٹر حضرات نے

مذکورہ بالا ادارہ تصویر کی صورت میں تراث اسلامی کی کتب چھاپ کر بلاشبہ ایک عظیم خدمت سرانجام دے رہا ہے، مگر اس ضمن میں اگر یہ سعی بھی کر لی جائے کہ جس کتاب کو بصورت تصویر محفوظ کرنا مقصود ہو، اس کتاب کے دنیا بھر میں موجود نسخوں کے بارے میں پہلے پورا علم حاصل کیا جائے اور ان میں سے صحت، خط اور استفادے کے اعتبار سے بہترین نسخے کی تصویر چھاپی جائے، تو تب اس خدمت کا صحیح حق ادا ہوگا۔

زیر نظر کتاب کے بارے میں ممکن ہے اس معیار کو سامنے رکھا گیا ہو مگر بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن میں پوری ہمت صرف نہیں کی گئی۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ ایڈیٹر حضرات نے یہ کتاب کسی ایک نسخے کی بنیاد پر شائع نہیں کی۔ ممکن ہے کسی جگہ کوئی مکمل نسخہ نہ ملا ہو حالانکہ بقول انہی کے تہران والا نسخہ جو قدیم بھی ہے اور مکمل بھی اس سے استفادہ نہیں کی گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے کے حصول میں دشواری رہی ہوگی تاہم اس سے استفادے کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ اسی طرح فواد سزگین کی اپنی کتاب ”تاریخ التراث العربی“ کی جلد ۵ صفحہ ۳۷۰ پر مذکور اس کتاب کے دیگر نسخوں کے مکمل ہونے پر شک کرتے ہوئے ان سے صرف نظر کی گئی ہے (۸)۔ لندن والے نسخے کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا گیا جبکہ قازان اور پشاور میں موجود نسخوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ لا نعرف شینا عن مدی کمالہما۔

قازان اور لندن والے نسخوں کے بارے میں تو ہمیں بھی کچھ معلوم نہیں ہو سکا البتہ پشاور والا نسخہ، جس کا ذکر بروکلمان نے اپنی معروف کتاب میں کیا ہے (۹)، بھی ناقص ہے۔ اسے حافظ غلام جیلانی نے، جو مخطوطات کا ایک عمدہ ذخیرہ رکھتے تھے، اپنے ہاتھ سے محرم ۱۲۸۲ھ میں نقل کیا ہے۔ زبان کی کمزوری کے علاوہ اس میں ہندی اشکال بھی نہیں بنائی گئی ہیں، جو ظاہر ہے ایک فنی کام تھا جس سے نابلد ہونے کی وجہ سے حافظ غلام جیلانی نہ کر پائے، اور یہی کتاب کی اصل جان تھی۔ III- اوراق پر مشتمل یہ نسخہ غالباً اسی شہر میں موجود ایک عمدہ نسخے سے (جس کا ذکر آگے آئے گا) نقل کیا گیا ہے۔

غلام جیلانی والا ناقص نسخہ اسلامیہ کالج، پشاور کے کتب خانے میں مخطوطات نمبر ۱۷۱۸ پر موجود

نقشہ مصدقہ کتاب میں ایڈیٹر حضرات نے یہ نسخہ اختیار کیا ہے، مگر اسے کتب خانوں والا نسخہ پہلے

پر چھاپی گئی ہے۔ دراصل حالیکہ ان کے علم میں آئے ہوئے نسخوں میں قدامت کے اعتبار سے بروہ اور تہران والے نسخے زیادہ لائق توجہ تھے۔

اس جوڑ کی نشاندہی مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۱۹۷ کے آخر میں ترچھا نوٹ: ”ضاع من هذا المحلّ نبذ من أواخر المقالة الثالثة والمقالة الرابعة بتمامها، و شيء من أوائل المقالة الخامسة، وفقنا الله تعالى بفضلہ لاتمامها“، واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ یہاں تک کا حصہ استنبول کے نسخے سے لیا گیا ہے اور مابعد کا حصہ لائبریری والے نسخے سے پورا کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صفحہ ۱۹۸ پر اُوپر سے، عبارت میں تکرار ہونے کی وجہ سے، تھوڑا سا حصہ صاف کر دیا گیا ہے۔

اس مشترک نسخے کا خط قدیم ہی ہے اور بناوٹ میں بظاہر چنداں فرق نہیں ہے، مگر امعان نظر سے دیکھنے پر خط کے موٹے اور پتلے ہونے کے علاوہ کتابت کا فرق بھی نظر آئے گا۔ دونوں حصے مقابلہ شدہ معلوم ہوتے ہیں۔ البتہ مقالہ ثالث میں کتاب اقلیدس کی ہندی اشکال (السادس عشر تا العشرون، مطبوعہ مصور نسخے کے صفحات ۲۰۳ تا ۲۰۸) کے عنوان تحریر کرنے سے رہ گئے ہیں۔

۲

اس کتاب کا ایک عمدہ نسخہ پشاور ہی میں ڈیپارٹمنٹ آف آرکائیو اینڈ لائبریری میں مخطوطات کے حصہ میں نمبر ۲۶۷ پر موجود ہے، جس کا تعارف کرانا ہی اس تحریر کا باعث بنا ہے (۱۱)۔ یہ نسخہ ۱۲۹ اوراق پر مشتمل ہے جس کا سائز ۲۶ x ۱۷ سم ہے اور ہر صفحے پر ۲۷ سطریں ہیں۔ عنوان یوں ہے: کتاب الشکوک علی اقلیدس و حلّھا، لابن الہیثم، اور اندر کے صفحے پر ایسے تحریر ہے: المقالة الأولى من کتاب الحسن بن الحسن بن الہیثم فی حلّ شکوک کتاب اوقلیدس فی الأصول و شرح معانیہ۔ اس کے بعد نسخہ بغیر کسی تمہید کے یوں شروع ہوتا ہے:

کل معنی تغمض حقیقتہ و تخفی بالبدیہۃ خواصہ، و یُشابه فی بعض أحوالہ غیرہ، فالشک متسلط علیہ و للمعاند والمتشکک طریق مہیجٌ إلی معاندتہ والطعن علیہ، و خاصة العلوم العقلیة والمعانی البرہانیة.

اس نسخے کا آخر اس طرح ہے:

وهذا آخر المقالة الثالثة عشر، وهي آخر الكتاب، وهذه المقالة في أكثر النسخ أحد

تم كتاب الحسن بن الحسن بن الهيثم في حلّ شكوك كتاب أوقليدس في الأصول
و شرح معانيه. و كتبه صاعد بن يحيى بن جرير التكريتي، تلميذ الشيخ الفيلسوف أبي
سعيد صاعد بن (۱۲).

اس کتاب میں ابن الہیثم نے اقلیدس کے تیرہ مقالات کو تین حصوں میں یعنی اپنے تین مقالات
پر تقسیم کیا ہے۔ اپنے پہلے مقالے میں اقلیدس کے صرف پہلے مقالے پر تنقید کی ہے اور اس کی مختلف
اشکال بیان کی ہیں۔ اسی طرح اپنے مقالہ ثانیہ میں اقلیدس کے پانچ مقالات (المقالة الثانية تا
المقالة السادسة) سے بحث کی ہے۔ اپنے تیسرے مقالے میں ابن الہیثم نے اقلیدس کے سات
مقالات (المقالة السابعة تا المقالة الثالثة عشر) سے متعلق بحث کی ہے اور ان کی مختلف ممکنہ اشکال
بیان کی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

صفحات	اشکال	مقالات ابن الہیثم	مقالات اقلیدس
۱ظ - ۵۵ظ	الثامن والأربعون	المقالة الأولى	المقالة الأولى
۵۶ و - ۶۲ظ	الرابع عشر	المقالة الثانية	المقالة الثانية
۶۲ظ - ۷۳و	السادس والثلاثون	المقالة الثالثة	المقالة الثالثة
۷۳و - ۸۰و	السادس عشر	المقالة الرابعة	المقالة الرابعة
۸۰ظ - ۸۷و	الحادی والعشرون	المقالة الخامسة	المقالة الخامسة
۸۷ظ - ۹۵و	الثالث والثلاثون	المقالة السادسة	المقالة السادسة
۹۵ظ - ۱۰۱و	الثالث والعشرون	المقالة السابعة	المقالة الثالثة
۱۰۱ظ - ۱۰۴و	الرابع عشر	المقالة الثامنة	المقالة الثامنة
۱۰۴ظ - ۱۰۷ظ	السادس عشر	المقالة التاسعة	المقالة التاسعة
۱۰۷ظ - ۱۱۵ظ	السادس والعشرون	المقالة العاشرة	المقالة العاشرة
۱۱۵ظ - ۱۲۱و	الثالث والعشرون	المقالة الحادی عشر	المقالة الحادی عشر
۱۲۱و - ۱۲۶ظ	الثالث عشر	المقالة الثانية عشر	المقالة الثانية عشر
۱۲۶ظ - ۱۲۹و	الرابع عشر	المقالة الثالثة عشر	المقالة الثالثة عشر

ان مقالات میں کل ۲۹۷ اشکال بنائی گئی ہیں۔ سرخ روشنائی سے بنائی گئی یہ شکلیں کافی حد تک

یوں تو یہ نسخہ بہت عمدہ اور مکمل ہے مگر یہ بھی دو ہاتھوں کی تحریر نظر آتا ہے۔ ابن الہیثم کے پہلے دو مقالے (۱۷ - ۱۹۵) ایک ہاتھ کی تحریر ہے جبکہ باقی حصہ یعنی مقالہ ثالثہ (۹۶ - ۱۲۹) دوسرے ہاتھ کی، جس کے آخر میں کاتب نے اپنا نام صاعد بن یحییٰ بن جریر التکریتی لکھا ہے۔ ۹۵ ظ والا صفحہ ان دونوں حصوں کو ملانے والے کی تحریر ہے، جو کافی حد تک بھدی اور پکی تحریر نہیں ہے۔ خط کی پختگی کے اعتبار سے حصہ اول زیادہ مضبوط ہے۔ حروف کی یکسانیت ہے، کلمات غیر منقوٹ ہیں، الا یہ کہ جہاں اشتباہ کا خدشہ ہے، وہاں نقاط لگائے گئے ہیں۔

بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ پشاور والا زیر نظر نسخہ مصورہ/مطبوعہ نسخے میں مستعمل دونوں نسخوں سے قدیم ہے۔ اس میں جو تصحیحات یا مقابلہ میں رہ گئے کلمات پشاور والے نسخے میں حاشیہ میں لکھے گئے ہیں، وہ مصورہ نسخے کی عبارات کے اندر اپنی جگہ پر موجود ہیں، یا پھر کم از کم دونوں نسخوں کی اصل ایک ہی ہے۔

صاعد بن یحییٰ بن جریر التکریتی کے بارے میں مختلف مصادر سے تلاش کیا گیا تاکہ اس عالم کے عرصہ حیات سے اس حصے کی کتابت کا عہد معلوم کیا جاسکے۔ مگر چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ دوسرے مرحلے میں اس کے باپ یعنی یحییٰ بن جریر التکریتی کے بارے میں ان مصادر میں دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ صاحب بغداد میں ۲۷۲ھ تک موجود تھے۔ علاوہ بریں یہ بھی پتہ چلا ہے کہ یحییٰ بن جریر التکریتی بغداد کے معروف عالم، طبیب، ماہر فلکیات اور صاحب تصانیف شخصیت تھے (۱۳)۔ سن ۲۷۲ھ اس عالم کی عمر کا آخری دور شمار کیا جائے تو مناسب ہوگا کیونکہ جن علوم کا ماہر اور خصوصیات کا حامل شخص بتایا گیا ہے، یہ تقریباً عمر کے آخری پینے میں ہی ممکن ہے۔ اس لیے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یحییٰ بن جریر التکریتی ۴۰۰ھ سے ۲۸۰ھ تک زندہ رہے ہوں گے۔ اب اس کے بیٹے کی عمر اور عرصہ حیات کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں رہا۔ جو باپ ۲۷۲ھ تک حیات تھا اس کا بیٹا اندازاً ۳۳۰ھ کے لگ بھگ یا اس سے تھوڑا قبل پیدا ہوا ہوگا، اس لیے اس کا عرصہ حیات ۲۲۵ھ سے ۵۰۰ھ کے مابین تصور کیا جاسکتا ہے۔ یہ صاحب، زندگی میں مصروف بھی رہے ہوں گے۔ ایک عظیم فیلسوف کی شاگردی کا دم بھرنے والا خود بھی تو اچھا پڑھا لکھا رہا ہوگا۔ چنانچہ ہم باآسانی کہہ سکتے ہیں کہ یہ نسخہ حصہ صاعد بن یحییٰ بن جریر التکریتی نے طالب علمی کے عہد (تقریباً ۲۵۰ھ کے آگے پیچھے) میں نقل کیا ہوگا جو ابن الہیثم کی حیات کے آخری دنوں سے قریب تر ہے۔ اس نتیجہ کے بعد ہم یہ

ہیت اور حروف کی بناوٹ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صاحب کافی عالم فاضل تھے۔ اگرچہ اس حصے میں کوئی ایسا نشان نہیں ہے جس سے نسخے کی قدامت کا اندازہ ہو سکے، مگر اس کا خط، اندازِ تحریر اور کاغذ کی بناوٹ اس امر کی غمازی کر رہے ہیں کہ یہ حصہ بھی کافی پرانا ہے اور قیاساً پانچویں صدی کے اواخر یا چھٹی صدی ہجری کے ابتدائی عہد سے تعلق رکھتا ہے۔ تاہم اس حصے کی قدامت کے بارے میں حتیٰ فیصلہ بہت دشوار ہے، مگر ہم آگے چل کر اس حصے کی قدامت کی تعیین کے لیے مزید کوشش کریں گے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ حصہ کسی اچھے عالم اور فن میں مہارت رکھنے والے صاحب کی خط نسخ میں اچھی تحریر ہے۔ ان کی بنائی ہوئی ہندی اشکال صاف اور درست ہیں۔ ان کی تحریر میں چند حروف مثلاً ک، ط، لا کا ایک خاص شاکل ہے۔ یہ صاحب مقالات اور اشکال کے آخر میں اختتامی نشان کے طور پر حرف (۴) استعمال کرتے ہیں، جو ابتدائی ہجری صدیوں میں علماء کے ہاں مروج تھا۔ علاوہ بریں یہ حصہ کسی، دوسرے نسخے سے مقابلہ شدہ بھی ہے۔ تبھی تو حاشیہ پر کہیں کہیں تصحیحات کے کلمات موجود ہیں۔ اس حصے کے حامل مالک کے قلم سے نسخے کے حاشیہ پر چند تعلیقات، حواشی اور تصحیحات بھی ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے حواشی ایک دوسرے عالم کے ہاتھ سے بھی نظر آتے ہیں۔

صاعد بن یحییٰ بن جریر الکریقی کے ہاتھ سے جو حصہ موجود ہے اس میں اتنی پختگی نہیں ہے، خط بھی پوری طرح نسخ نہیں ہے۔ کچھ منقوٹ حروف اس حصہ میں غیر منقوٹ ہیں مگر اشتباہ والے حروف منقوٹ کر دیئے گئے ہیں۔ صاعد کے ہاتھ میں مضبوطی ہے اور نہ یکسانیت۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کی ابتدائے جوانی کی تحریر ہے یا پھر اغلباً اس نے دورانِ تعلیم یہ نسخہ نقل کیا ہے، جیسا کہ ایک استاد کے شاگرد ہونے کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ صاحب مقالات اور اشکال میں اختتامی نشان کے طور پر دائرہ کے اندر نقطہ زیادہ تر استعمال کرتے ہیں، کہیں کہیں تین نقطے (:) بھی، اسی طرح (۴) کا استعمال بھی کیا گیا ہے، جو شاذ و نادر ہے۔ اس حصے میں تعلیقات و حواشی نہیں ہیں۔ صرف ایک تعلق ہے جو آخری مقالہ کی اشکال التاسع پر ہے، اور وہ حدیث العہد قلم سے ہے۔ اس حصے میں مستعمل کاغذ کی قدامت کا رجحان پیش نظر نہ ہوتا تو یہ شک کیا جا سکتا تھا کہ یہ حصہ کسی جعل ساز کے قلم کا شاہکار ہے، جس نے ابن اہشتم کے عہد کے قریب ایک عالم کے فرزند کو اس جعل سازی کا سہارا بنایا ہے۔ تاہم تھوڑا بہت یہ شبہ اب بھی موجود ہے۔

کر سکتی تھیں، مگر ہمارے اس نسخے کے بارے میں ان سے چنداں مدد نہیں ملی۔ پھر اس امر کا امکان بھی تو موجود ہے کہ پہلے حصے پر مالکان کے اُسماء کا تعلق صرف پہلے حصے سے ہی ہو۔ بہر حال اس نسخے کے صفحہ عنوان پر درج ذیل مالکان کے نام ہیں:

- صاعد بن ہبہ اللہ بن المومل

- عبدالعزیز بن دلف

- عبدالوہاب بن محمد بن محمد بن ابی الکریم العامری الاصفہانی

- محمد بن محمد بن مسعود المہلکی

- عبدالعزیز بن علی بن محمد انجم، سنہ ۷۷۹ھ

- محمد حسین بن محمد قلندر سنہ ۱۲۳۸ھ

- آخر میں مہر، جو سن ۱۲۵۵ھ رکھتی ہے اور خواجہ محمد پارسا کے کتب خانے کی ملکیت ظاہر کرتی ہے۔

چونکہ پہلے چار مالکان کے ساتھ کوئی سن نہیں ہے اس لئے ان کی ترتیب قائم کرنا مشکل ہے، نہ ہی ان کے بارے میں کسی قسم کی معلومات مل سکی ہیں، جو ہماری کوئی رہنمائی کا باعث ہوتیں۔ ان حضرات کی تحریر کے نشانات یا نکات کوئی تھوڑی بہت روشنی ڈال سکتے تھے، مگر وہ بہت کم ہونے کی بناء پر کوئی خاص رہنمائی نہیں کرتے۔

اس نسخے کے دوسرے حصے (ق ۱۲۷) میں غالباً محمد حسین بن محمد قلندر کے ہاتھ سے خط نستعلیق میں حاشیہ اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ۱۲۳۸ھ سے قبل یہ دونوں حصے آپس میں مل چکے تھے اور سن ۱۲۵۵ھ والی مہر کا سارے نسخے پر نشان بھی اس امر کی تائید کر رہا ہے، مگر کب؟ ان کے علاوہ دیگر مالکان سے کسی قسم کی رہنمائی کیا ملے گی؟ ہاں اس امر کا امکان تو موجود ہے کہ یہ دونوں حصے صرف مذکورہ بالا سن سے پہلے الگ الگ ہی تھے، اسی سال یا تھوڑا پہلے ملے ہوں۔ چنانچہ اس معاملہ میں کوئی وقت بتانے سے ہم قاصر ہیں۔

اس نسخے کے شروع میں مالکان کے اُسماء کے ساتھ سنین (سوائے تین کے) کی غیر موجودگی جہاں اس نسخے کی قدامت کے بارے میں حیران کر رہی ہے وہاں یہ امکان بھی موجب پریشانی ہے کہ کیا یہ نسخہ مکمل ہونے کے بعد ان مالکوں کے پاس رہا ہے یا صرف اس کا یہ پہلا حصہ ان کے پاس تھا۔ پھر یہ امکان بھی ہے کہ یہ نسخہ مکمل صورت میں ایک ہی ہاتھ کی تحریر کے ساتھ ان حضرات

والے نسخے کی تکمیل کی غرض سے پہلا حصہ لکھوایا گیا ہو، مگر یہ صورت بھی ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ جوڑ لگانے والا شخص تیسرا ہے، جس کی تحریر سے یہ امر عیاں ہے۔

اسی طرح یہ صورت تو بالکل موجود تھی کہ دوسرا حصہ یعنی ابن اٰلِہِشَم کا تیسرا مقالہ مع دیگر مقالات کے موجود تھا مگر پتہ نہیں کیسے یہ تیسرا مقالہ الگ ہوا، یا پہلے دو مقالے کیسے ضائع ہو گئے، اور جوڑنے والے نے اسے ان دوسرے دو مقالوں کے ساتھ جوڑ دیا۔ ان دو مقالوں کا وجود صاعد بن یحییٰ بن جریر الکریتی کے حصے سے پہلے بھی ممکن ہے، اس کا ہم عصر بھی، اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے بعد لکھا گیا ہو۔ مگر یہ امر یقینی ہے کہ تحریر کا انداز پانچویں صدی ہجری کا ہی ہے۔

جس شخص نے ان دونوں حصوں کو جوڑا ہے اسے پہلے حصے کے آخری ورق ۹۵ کا صفحہ ”ظ“ خالی ملا، اس لیے کہ مقالہ ثانیہ ۹۵ و تک مکمل ہو گیا تھا، اسی طرح ابن اٰلِہِشَم کے مقالہ ثالثہ کے پہلے ورق کے صفحہ ”و“ پر غالباً کچھ تحریر نہ تھا جبکہ اس پہلے ورق کے صفحہ ”ظ“ پر مقالہ شروع ہو رہا تھا۔ چنانچہ ملانے والے نے اس تیسرے مقالے کا پہلا ورق نکال دیا اور اس کی ایک صفحے کی تحریر کو مقالہ ثانیہ یعنی ۹۵ ظ پر لکھ کر اسے running صورت میں بنا دیا۔ یوں یہ ایک مسلسل نسخہ بن گیا، مگر خط کا تفاوت دور نہ کیا جا سکا، جو اب اچھی طرح نظر آ رہا ہے، جبکہ سطروں کی تعداد دونوں حصوں میں برابر ہی ہے۔

پشاور والا یہ نسخہ اگرچہ دو ہاتھوں کی تحریر ہے مگر سن کتابت کے اعتبار سے مذکورہ بالا سبھی نسخوں سے قدیم تر نظر آتا ہے۔ کتابت کی رو سے صاف اور پوری توجہ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، اور مقابلہ شدہ ہے۔ جبکہ مطبوعہ (مصورہ) نسخے کے کاتبین سے نقل کرتے وقت بے توجہی میں کئی جگہوں پر عبارات چھوٹ گئی ہیں، جو کسالت اور عدم توجہی کی دلیل ہے، یا غیر معیاری کاتب ہونے کی بناء پر ایسا ہوا ہے۔ اس مصورہ نسخے میں کاتب سے مقالہ اولیٰ کی شکل نمبر ۲۴ میں موجود تین مثلثوں سے ایک رہ گئی ہے۔ اسی طرح اس مقالہ کی شکل نمبر ۲۶ کی پہلی صورت بھی غیر موجود ہے۔ علاوہ بریں اس مقالہ کی شکل نمبر ۴۷ بنائی ہی نہیں گئی۔

میں نے دونوں نسخوں کے مشتملات کے ضمن میں کوئی مقابلہ نہیں کیا مگر اچانک مقالۃ رابعۃ من کتاب اقلیدس کی شکل نمبر ۷ دیکھ رہا تھا تو مصورہ نسخے میں کچھ سقطات نظر آئے، مقابلہ کیا تو ظاہر ہوا کہ مصورہ نسخے میں پوری ایک عبارت ہی رہ گئی ہے، جو اس کے صفحہ نمبر ۲۲۸ کی نیچے سے اوپر سطر

چھوٹ گئی عبارت یہ ہے:

لأنه نصف خط و تكون العمود الذى يخرج من المركز إلى خط ط ك مثل هذا
الباقي، فالعمود الذى يخرج من المركز (ق ۷۶)

یہ تو پشاور والے نسخے کی مدد سے معلوم ہوا اور اتفاقاً اس پر نظر پڑی۔ اگر ماہر فن یا صرف دو نسخوں کا قراءت ہی مقابلہ کیا جائے تو پتہ نہیں مصورہ نسخے میں کتنے ہی ایسے سقطات ہوں۔ اس کے مقابلے میں پشاور والا یہ نسخہ بظاہر زیادہ مکمل نظر آتا ہے اور پوری توجہ سے نقل شدہ ہے، اور مقابلہ کردہ ہے۔

کسی نسخے کی قدامت، اس کے کاتب کا صاحب علم ہونا، اس کی اہمیت میں اضافہ کرتا ہے۔ مگر اس کے علاوہ اور بھی کئی ایسے امور ہیں جو اس نسخے کی اہمیت بتاتے ہیں، جیسے مثلاً کسی صاحب علم کے زیر مطالعہ رہنا، یا جس فن کی کتاب ہے اس فن کے ماہر کے زیر نظر رہنا، یا کسی بڑے صاحب ذوق شخص کے کتب خانے کی زینت بننا۔ یہ چند خواص ایسے ہیں جو اگرچہ اس نسخے کی خارجی ہیئت سے متعلق ہیں مگر وہ بھی اس نسخے کی اہمیت بڑھا دیتے ہیں۔ اس نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو مذکورہ بالا مالکان میں عبدالعزیز بن علی بن محمد انجم ایک منفرد حیثیت کے مالک ہونے کی وجہ سے اس نسخے کی صحت، عمدگی اور فن کے اعتبار سے اس کی قدر و قیمت میں کافی اضافہ کر رہے ہیں۔ پتہ نہیں باقی علماء کس کس حیثیت یا فن کے مالک تھے تاہم اتنے بڑے علماء کی نظر سے گزرنے والا نسخہ اپنی منفرد قیمت رکھتا ہے۔ جبکہ ان علماء نے اس پر نکات، حواشی اور تعلیقات بھی چھوڑے ہوں۔

۳

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کسی نسخے کا کسی صاحب ذوق یا بڑے کتب خانے میں رہنا بھی اس نسخے کی قیمت میں اضافہ کرتا ہے۔ اسی لیے اس پشاور والے نسخے کا خواجہ محمد پارسا (۱۳) کے مشہور و معروف اور نسلوں پر محیط قائم رہنے والے کتب خانے میں موجود ہونا بھی اس کی اہمیت کو چار چاند لگا رہا ہے۔

کتب خانہ خواجہ محمد پارسا ایک خاص حیثیت رکھتا تھا بلکہ بہت ہی قدیم عرصہ سے وسط ایشیا کے علماء کا مرجع تھا۔ بخارا کا یہ کتب خانہ اپنا مکمل تعارف چاہتا ہے، جو قدیم ترین حیثیت کا مالک ہے۔

مختصراً عرض ہے کہ ماوراء النہر میں علماء حنفیہ کے اس بہت ہی قابل قدر کتب خانے کے بانی قاضی برہان الدین عبدالعزیز بن عمر مازہ (متوفی ابتدائی چھٹی صدی) بتائے جاتے ہیں جنہوں نے اس کی بنیاد بخارا میں سن ۴۹۶ھ سے تھوڑا قبل رکھی۔ پھر سن ۴۹۶ھ میں سلطان سنجر سلجوقی (۴۹۱ھ-۵۵۲ھ) نے اسے اپنی عملداری میں لے لیا۔ اس نے اسی سال ایک مدرسہ، اس کے مدرسین، علماء و فضلاء اور اس کتب خانے کے اخراجات کے لیے بخارا میں اوقاف قائم کیے۔ بعد ازاں یہ کتب خانہ ابن مازہ کی اولاد میں وراثتاً منتقل ہوتا رہا۔ پہلے حسام الدین عمر بن عبدالعزیز (متوفی ۵۳۶ھ) اور اس کے بعد تاج الدین احمد بن عبدالعزیز (چھٹی صدی ہجری) کی زیر نگرانی رہا۔ جب خوارزم شاہ (وسط ساتویں صدی ہجری) نے بخارا فتح کیا، تو پتہ نہیں کیوں اس خاندان کو بخارا چھوڑنا پڑا، مگر کتب خانہ یہیں رہ گیا اور اس خاندان کے لوگ خوارزم جا بسے۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ۶۳۲ھ میں اس خاندان کا ایک فرد بخارا کے گرد و نواح میں درس و تدریس کا کام سرانجام دیتا رہا ہے۔

اس علمی خاندان کے ناپید ہو جانے کے بعد یہ کتب خانہ حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر الکبیر البخاری (متوفی ۶۹۳ھ) کے زیر نگرانی رہا۔ یہ صاحب خواجہ محمد پارسا کے اجداد میں سے تھے۔ خواجہ محمد پارسا (متوفی ۸۲۲ھ) بن خواجہ محمود بن حافظ الدین الکبیر^(۱۶) سے قبل یہ کتب خانہ کوئی خاص معروف نہ تھا جبکہ اچھی شہرت اس کو خواجہ محمد پارسا کے عہد میں ملی۔ خواجہ صاحب ایک بلند پایہ عالم، مصنف اور کتابوں سے بے پناہ محبت کرنے والے تھے۔ ان کے عین حیات اس کتب خانے نے بے حد ترقی کی۔ اس میں موجود ذخیرہ کتب کی بناء پر اس کی شہرت وسط ایشیا سے نکل کر چار داگ عالم میں پھیل گئی۔ سن ۸۱۰ھ یا ۸۱۱ھ میں سلطان خلیل (حکومت ۸۰۸ھ تا ۸۱۲ھ) یا اس کے نمائندہ نے اس کتب خانے کے اخراجات کے لیے باقاعدہ ایک وقف نامہ صادر کیا۔ اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ سن ۸۲۵ھ-۸۲۶ھ کے مابین خواجہ پارسا کے ایک فرزند عزیز ابو نصر (متوفی ۸۲۳ھ-۸۲۶ھ) کے کہنے پر اس کتب خانے میں موجود جملہ کتب کی فہرست بھی تیار کی گئی تھی۔

تقریباً ساتویں صدی ہجری سے لے کر نویں صدی ہجری تک اس کتب خانے میں معتدبہ کتابوں کا اضافہ ہوتا رہا ہے۔ خواجہ پارسا کے بعد یہ کتب خانہ ان کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا بالآخر امیر حیدر حاکم بخارا (حکمرانی ۱۲۱۵ھ-۱۲۳۱ھ) نے ایک سرکاری وقف نامے کے ذریعے، جو چند دیہات کی آمدنی پر مبنی تھا، اس کتب خانے کو عوام الناس کے لیے واگزار کر دیا گیا۔ چونکہ وسط ایشیا فقہاء حنفیہ کا

کتب خانے کی بدولت اس علاقہ میں فقہی علوم کے ساتھ دیگر علوم کا بھی گہرا اثر رہا ہے۔ اس میں تقریباً ۸۰ فیصد کتب کا تعلق ابتدائی ۹ صدیوں میں لکھی گئی کتابوں سے تھا۔ ان میں قدیم ترین نسخہ ۳۸۵ھ کی تحریر بتایا گیا ہے (۱۷)۔

اس کتب خانے کی کتابیں بھی دیگر چند کتب خانوں کی طرح چوری ہوئی یا لوٹی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ کا وجود دنیا کے کئی کتب خانوں میں موجود ہے۔ ان میں سے زیادہ تر ازبکستان کی سائنس اکیڈمی، تاشقند میں موجود ہیں، جبکہ دیگر کئی نسخے دنیا کے چند کتب خانوں کی زینت بن چکے ہیں۔ ایسی کوئی ۱۲۷ کتابوں کی نشاندہی علماء نسخہ شناس نے کی ہے (۱۸)۔ ان میں ہم نے بھی ایک کتاب (ابن الہیثم کی کتاب کے اس نسخہ) کا اضافہ کر دیا ہے، یوں اب خواجہ محمد پارسا کے کتب خانے کی ۱۲۸ کتابوں کا کوئی نو کتب خانوں میں پایا جانا معلوم ہو چکا ہے۔

یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ ۱۲۸ کتابیں خواجہ محمد پارسا کے کتب خانے سے نکلی ہوئی ہیں؟ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ خواجہ پارسا کے کتب خانے میں ایک اچھا دستور تھا کہ جونہی کوئی کتاب یا نسخہ کتب خانے میں داخل ہوتا، اس پر بادام کی شکل میں ایک چار کونہ مہر (دیکھئے تصویر) ثبت کر دی جاتی جس میں عبارت مختلف اوقات میں مختلف رہی ہے۔ پہلی جو مہریں تھیں ان میں کندہ تھا: ”وقف از کتاب ہائی خواجہ محمد پارسا ابن محمد البخاری“، ایسی مہریں ۱۲۲۲ھ، ۱۲۳۹ھ، ۱۲۵۰ھ میں تھیں (۱۹)۔ ۱۲۵۵ھ میں ثبت ہونے والی مہر کی عبارت مختصر کر دی گئی اور صرف ”وقف از کتب خواجہ محمد پارسا ۱۲۵۵ھ“ رہنے دیا گیا۔ حل شکوک اقلیدس والے پشاور کے ڈیپارٹمنٹ آف آرکائیو اینڈ لائبریری میں موجود نسخے پر جو مہر ثبت ہے وہ بھی بادام کی شکل میں چار کونہ ہی ہے، جس میں ”وقف از کتب خواجہ محمد پارسا ۱۲۵۵ھ“ کندہ ہے۔ اس مہر کے حاشیہ پر دو مقابل لکیریں لگا کر اندر نقطے نقطے بنا دیئے گئے ہیں۔ اس نسخے میں یہ مہر ۲۱ مرتبہ ثبت کی گئی ہے، جن میں سے دو جگہوں پر انہیں نہ جانے کیوں مٹانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ مہر اور اوپر مذکور ماریہ ایوا سبتلنی کے مقالہ میں چھپنے والی مہر بالکل ایک جیسی ہیں۔

یہ بہت اہم و نادر نسخہ پتہ نہیں کیسے پاکستان میں پہنچا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں جب نئے سوشلسٹ نظام کے تحت روسی ریاستیں قائم ہوئیں تو ان میں اوقاف وغیرہ کو ختم کر دیا گیا، تب مساجد اور کتب خانے زبوں حالی کا شکار ہوئے، ان سے کتابیں لوٹ لی

كتاب من عند الله
الموصول بزور العالم

كتاب المسكوك على اقلدس وحلها
رحمه الله تعالى

محمد بن عبد الله بن جعفر

كتاب المسكوك على اقلدس وحلها
رحمه الله تعالى

عاشق مقالات وويل فيكون
تشتت مقالات من كتاب اقلدس
قد وصل الى طالع اقلدس ما هو الباقى
محمد بن عبد الله بن جعفر

اصف الله الى المنفق الى العفو الزاكي
العامة لا تصفها كس
وهو انه لما مرضه

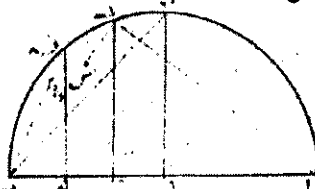
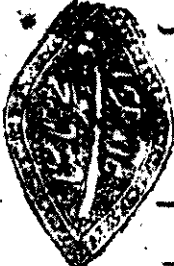
اولا
الكتاب
وصفها
الكتاب

الى الله الرجاء ليعطى ما سلك
الله الله
محمد بن عبد الله بن جعفر



الطول و آت المنهصل الرابع يكون ذهوا الاصغر كالنصف السطر التاسع و ثمانين
العاشرة فادان قطر الدائرة منقطا الى العنق فتصلح المحسن الذي يقع في الدائرة فواظف
الاصغر صلح بمصر دي العنبر فاعنه هو الاصغر فواظف بقدر ما اردنا ان يكون هـ فمداجل
الضلع الذي بهما الشغل وسقط اهرام من المستطيل ونسب من هذا السطر قطر الكوة
اعظم مريلها امال صلح المعشور الذي يقع في الدائرة و اقل من ربعه امال لان قطر الدائرة
موضلع المسدس مع ضعف صلح المعشور اللذين يقعان في الدائرة وصلح المسدس اعظم
مر صلح المعشور و اقل من ضعفه قطر الكوة اعظم مريلها امال صلح المعشور و اقل من
اربعه امثاله و لفسر الشغل السادس عشر من السكوك فاما الشغل السابع عشر
وهو قول او قل عشر : من ان بعض اصابع المحسات الخمس ونسب ان الخط بها ان
والعنه فلنفس هذا ايضا شك و لكنه يمكن ان ينزها من هـ ان او قل عشر من
قطر الكوة ات و مركزها هـ و نسب ات على حـ و لجعل ات مصلح حـ و مخرج حـ كـ فمودا
و يصلح ات حـ تكون ات صلح الجروط و ذت صلح المكعب و مخرج من المربع
مخود حـ و يصلح حـ يكون حـ و الهماني مواعد و جعل قطر صلح المعشور الذي يقع
في الدائرة التي عمل عليها و العنبرين فاعنه و قد ينسب انه اقل من قطر الكوة و ان صلح
قطر الكوة منه ما و المربع دي اليوزن فاعنه فمما اصغر مخرج و مخرج مخود من وصلح
نت يكون نت صلح دي العنبرين فاعنه و نسب نت على نسبه دات و نسب
قطر من على قطعه نت يكون قطر صلح دي الاصغر عشر

التي



فاعنه و لان ذت منسوم على نسبه دات وسط
و قطر من يكون مربع ذت و مربع دت منسوما ما لمرتفع
نت مربع ذت اهر من ضعف مربع نت و مرتفع
ات منسوما ما ل مربع ذت مربع ات اهر منسوما امال

مربع نت و مربع ات اقل من ربعه امال مربع نت مربع نت اصغر من مربع نت فخط
نت يقع في موضع نت فاصابع المحسات الخمسة تقع في نصف دائرة ات و لكن خط
مخرج المحسات الخمسة و ذلك كما و دنا ان ينسب هـ وهذا اخر المعال الما ليعر وهي
احرا الكتاب و هذه المعال في الكرسج اضر و عرون شغل و ذلك ان الاربعه الاسفل الاول
لعمل الكرسج كل واحد منها لوجس و اما ذكرنا لخرى كل واحد منها و حها و ايضا لاجس
فها من السكوك و بها من عتمة كما بنا و عملها في كرسج

تم دار الخمس الخمس اليهم سطر صلح كرسج
او قل عشر الاصول و مرجع معانه و من صاعد
و بمجموعه الدائرة سطر صلح العنبرين لوجس

حواشی و تعلیقات

- ۱۔ ابن الہیثم کی تالیفی زندگی پر تفصیل کے لیے دیکھئے ابن ابی اصیبعہ: طبقات الأطباء۔ بیروت، ۱۹۵۷ء۔ جلد ۳ ص ۱۴۹، وابعده۔ ان صفحات میں ابن الہیثم کی خود نوشت سوانح حیات من و عن موجود ہے۔ علاوہ بریں احمد خان: ”ابن الہیثم مصنف کی حیثیت سے“ فکر و نظر (ماہنامہ اسلام آباد) مارچ ۱۹۷۱ء، ص ۶۳۹-۶۷۶۔ اس مقالہ میں ابن الہیثم کی جملہ تالیفات کے بارے میں بتایا گیا ہے اور ان کے نسخے دنیا بھر میں جہاں جہاں موجود ہیں ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔
- ۲۔ دیکھئے: طبقات الأطباء، مذکورہ بالا: ۱۵۴/۳۔
- ۳۔ J. Sarton: Introduction to the History of Science. Baltimore, 1950. Vol 2. p 849.
- ۴۔ احمد خان: ابن الہیثم مصنف کی حیثیت سے۔ ص ۶۵۲۔
- ۵۔ طبقات الأطباء: ۱۵۹/۳۔
- ۶۔ ایضاً۔
- ۷۔ کتاب حل شکوک اقلیدس، مطبوعہ رصوہ نسخے کا مقدمہ۔
- ۸۔ نواد سزگین: تاریخ التراث العربی (اصل جرمن زبان) جلد ۵، ص ۳۷۰۔
- ۹۔ بروگلمان: تاریخ الأدب العربی (اصل جرمن زبان)، جلد ۱ ص ۴۶۹۔
- ۱۰۔ عبدالرحیم: لباب المعارف العلییہ فی مکتبہ دارالعلوم اسلامیہ۔ آگرہ: مطبعت آگرہ، ۱۹۱۸ء۔ ص ۳۲۳۔
- ۱۱۔ دراصل قابل ذکر یہ نسخہ تھا جو قدیم ہونے کے علاوہ مکمل ترین صورت میں تھا۔ مگر اس کا ذکر بروگلمان نہیں کر پائے۔ وہ صرف اسلامیہ کالج لاہوریری میں موجود مخطوطات میں مذکور متاخر اور ناقص نسخے کا ذکر اس لیے کر پائے کہ اسلامیہ کالج کے کتب خانے کی فہرست مطبوعہ صورت میں بروگلمان کو دستیاب تھی اور ڈیپارٹمنٹ آف آرکائیو کا رجسٹر دیگر کئی ایسے مجموعات کی طرح بروگلمان نہیں دیکھ سکے۔ آرکائیو کے مخطوطات کی فہرست اب بھی مطبوعہ صورت میں نہیں ہے۔
- ۱۲۔ یہ نام پوری طرح پڑھا نہیں جا سکا۔ اس میدان میں ماہرین سے رہنمائی کی درخواست ہے۔
- ۱۳۔ اس فاضل کی درج ذیل تالیفات کا ذکر ملتا ہے:

۱۔ الاختیارات فی علم النجوم

۲۔ المصباح المرشد إلی الفلاح

۳۔ کتاب فی الباہ

۴۔ منافع الجماع و مضارہ

۵۔ رسالة فی منافع الرياضة و جهة استعمالها

اس عالم کی سوانح کے لیے دیکھئے: مجمع المؤلفین ۱۸۹/۱۳؛ الأعلام ۱۴۰۷/۸؛ کشف الظنون ۱۶۲۳؛ ابن ابی اصیبعہ:

Cahiers d'Asie Central, 1998. pp 125-146

2. Asherbec Muminov et Ziyadov: L'horizon intellectuel d'un érudit du xv siècle nouvelles de'couvertes sur La bibliotheque de Muhammad Parsa. Cahiers d'Asie Central, 1999. pp. 77-98

3. Maria Eva Subtelny: The Library of Khwaja Muhammad Parsa. Studies on Central Asian History, in honour of Yuri Bregel, Indiana: Indiana University, 2001.

۱۶۔ خواجہ پارسا کے احوال کے لیے دیکھیے: Maria Eva Subtelny کا مذکورہ بالا مقالہ۔

۱۷۔ دیکھئے نامہ بہارستان۔ کتابخانہ و موزہ و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی، تہران، شمارہ دوم، سال اول، ص ۱۶۴ (زمستان ۱۳۲۱ھ)۔

۱۸۔ دیکھئے مذکورہ بالا حاشیہ نمبر ۱۵ میں مذکور پہلے دونوں مقالات کے ضمنیے۔

۱۹۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: Maria Eva Subtelny کا مذکورہ بالا مقالہ۔

استدراک

ڈاکٹر عارف نوشاہی ☆

مقالہ: وزیر وزیر (گیارہویں صدی ہجری کے ایک تاتاری نژاد چینی شاعر کے حالات اور فارسی شاعری۔

فکر و نظر: جلد ۳۲، شماره ۲، شعبان - ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ / اکتوبر - دسمبر ۲۰۰۴ء

کمپیوٹر نے فائل بناتے وقت بعض جگہ دو مصرعوں کو یکجا کر دیا ہے جس سے اشعار پڑھنے میں الجھن ہوتی ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے یہاں اشعار کی صحیح صورت پیش کی جاتی ہے۔

صحیح صورت

صفحہ سطر

ای کوکہ بادشاہ عادل مثل تو کسی نبود قابل در الف و دو رفتی از جہانتو از شہر فنا بہ جاودان تو	۱۱-۱۳	۹۶
آنکہ او را اعتقادی نیست سگ زو بہتر است با خدا و با رسول و جملہ اصحاب رسول	۲۵-۲۶	۹۷
عثمان سیم ، چہارم شان شاہ صفدر است ہر چار را خلیفہ برحق بدان رھی	۱۸-۱۹	۹۸
رموز الحقائق بدان چند باب بقول بزرگان نہادم بنا	۹-۱۰	۱۰۰

صاحب معنی نگر در شعر من افسون من چون وزیری در غزل در سخن را سفته ام	۱۰	۱۰۳
بقدر سخن ارجمندی گرفت به جای رسید آن می لعل فام	۲-۱	۱۰۵
به جام بلورین می صاف و احمر	۱۲	۱۰۶
عنوان ”مدیہ شعر“ کو مصرع سے الگ پڑھا جائے۔	۱۷	۱۰۶
عنوان ”مقطع“ کو مصرع سے الگ پڑھا جائے۔	۷	۱۰۸
عنوان ”مقطع“ کو مصرع سے الگ پڑھا جائے۔	۱۰	۱۱۲
خون در درون نافہ مشک سخن چہ بود؟ گر نیست قصد بردن دلہای عاشقان	۶-۵	۱۱۹
